شہادت خدا کی عظیم نعمت ہے

سکھر کے دو شہداء اور احمد یہ بیت الذکر کوئٹہ پر حملہ کا تذکرہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ رمئی ۱۹۸۶ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ
عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ
وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ
اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ
مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِيْنَ
اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ؕ لِلَّذِيْنَ
اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ
النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ
اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۴﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ
مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ
وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۵﴾ (آل عمران: ۱۷۰-۱۷۵)

اور پھر فرمایا:

احباب جماعت کو پاکستان سے آنے والی دو خبروں سے اطلاع مل چکی ہوگی۔ایک تو سکھر سے تعلق رکھتی ہے جس میں ہمارے دو نہایت ہی پیارے اور مخلص بھائیوں کو ان میں سے ایک کا نام قمر الحق تھا اور یہ ہمارے امیر ضلع نجم الحق صاحب کے چھوٹے بھائی تھے اور ایک اور مخلص نو جوان خالد سلیمان کو ۱۱؍مئی ۱۹۸۶ء کو سکھر میں شہید کر دیا گیا۔

دوسری خبر کوئٹہ سے تعلق رکھتی ہے کہ وہاں پولیس کی معیت میں ایک ہزار، ڈیڑھ ہزار کے مجمع نے مسجد احمدیہ کوئٹہ پر حملہ کیا اور باوجود اس کے کہ علماء بہت پہلے سے اپنے بد ارادوں کو کھلم کھلا ظاہر کر چکے تھے اس کے باوجود حکومت نے نہ صرف یہ کہ روکنے کی کوشش نہیں کی بلکہ کلیۃً ان کا ساتھ دیا۔ پولیس کی معیت میں وہ مسجد کے قریب تک پہنچے۔ پولیس کی نگرانی میں انہوں نے پتھراؤ کیا۔ پانچ احمدی زخمی ہوئے اور باوجود اس کے کہ پولیس کی طرف سے ادنیٰ مزاحمت بھی نہیں کی گئی۔ ہر دفعہ جب کوئی احمدی نو جوان زخمی ہوتا تھا تو اس شدت اور جوش کے ساتھ مسجد نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھتی تھی کہ اس کے رعب سے وہ مجمع دوڑ کر پیچھے ہٹ جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنے زور سے مسجد پر قبضہ نہیں کر سکے تو پولیس کے جو بھی وہاں افسران تھے اور ڈی سی نے امیر صاحب کوئٹہ کو یہ پیغام بھجوایا کہ اب آپ کے لئے تین ہی صورتیں ہیں یا تو آپ مسجد کو خالی کر دیں اور ان کے حوالے کر دیں یا پھر تیار ہو جائیں اس بات کے لئے کہ ہم ان کو کھلی چھٹی دیں وہ جس طرح چاہیں آپ پر حملہ آور ہوں لیکن ہم آپ کو متنبہ کرتے ہیں کہ آپ میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچے گا اور تیسری صورت یہ ہے کہ حکومت زبردستی آپ سے مسجد خالی کرائے، 144 لگائے اور اس کا عذر رکھ کے آپ سب کو قید کرے اور مسجد خالی کر کے پھر جو چاہے اس سے کرے۔

امیر صاحب نے اور سب مقامی دوستوں نے جو اس وقت حاضر تھے ان کو جواب دیا کہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہم مسجد اپنے ہاتھ سے کسی کے سپرد کر دیں اس کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا قطعاً یہ وہم ہی دل سے نکال دو۔ جہاں تک دوسری صورت کا تعلق ہے ہمیں قبول ہے، تم پہلے بھی کون سی ہماری حفاظت کر رہے ہو، تم بیچ میں سے ہٹ جاؤ اور ان کو آنے دو جو چاہیں کریں، جتنی چاہے ہمیں قربانی دینی پڑے ہم ان لوگوں کو مسجد کو ہاتھ نہیں لگانے دیں گے اور موت سے تم ہمیں کیا ڈراتے ہو ہم تو پہلے ہی اس نیت کے ساتھ تیار ہو کر مسجد میں آئے تھے۔اور جہاں تک تیسری صورت کا

تعلق ہے اس میں ہمیں اختیار ہی کوئی نہیں ہے ہم سے پوچھتے کیا ہو۔ یہ تو بیوقوفوں والی بات ہے کہ اپنا جبر چلانا ہے اور ہم سے پوچھ رہے ہو کہ جبر چلائیں کہ نہ چلائیں ۔ بہر حال پھر انہوں نے وہی حرکت کی جو آخری صورت میں انہوں نے پیش کی تھی اور ان سب کو قید کر کے تھانے میں پہنچا دیا اور مسجد کو مقفل کر کے سیل کر دیا گیا۔

یہ عجیب واقعہ ہوا ہے حیرت انگیز انصاف کا کہ حملہ آوروں میں سے کسی کو قید نہیں کیا جاتا، پتھراؤ کرنے والوں میں سے کسی کو پکڑا نہیں جاتا اور جن کی مسجد پر پتھراؤ ہوا اور جو مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے تھے وہ تو دفعہ 144 کی خلاف ورزی کر رہے تھے اور جو پتھر جھولیوں میں بھر کے گندی گالیاں دیتے ہوئے خدا کے گھر پر حملہ آور ہو رہے تھے وہ عین قانون کے مطابق کام کر رہے تھے۔ تو قانون کے سارے انداز بگڑ چکے ہیں وہاں، قانون کے تیور بدل چکے ہیں اور جس چیز کو اب وہاں قانون کہا جاتا ہے وہ عام دنیا کی اصطلاح میں اور معمولی عقل رکھنے والوں کی اصطلاح میں بھی لاقانونیت ہے۔ بہر حال یہ واقعہ بھی گذر گیا۔

ان دونوں کے متعلق قرآن کریم کیا مضمون بیان کرتا ہے اس سلسلہ میں میں نے ان آیات کا انتخاب کیا تھا جو ابھی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں اور ایک ہی تسلسل میں قرآن کریم نے ایک ہی مقام پر شہادت کے مضمون کو بھی بیان فرما دیا ہے اور ان لوگوں کے حال کو بھی کھول کے رکھ دیا جن کو ڈرایا جاتا تھا کہ ہم حملہ آور ہونے والے ہیں، تمہارے لئے خطرات لاحق ہیں اس لئے اپنے دین سے اور اپنے موقف سے ہٹ جاؤ۔

سب سے پہلے تو قرآن کریم یہ عظیم الشان اعلان فرماتا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ o کہ تو ہرگز یہ گمان نہ کر کہ جو خدا کی راہ میں قتل ہوئے وہ اموات ہیں، مر چکے ہیں، مردے ہیں ۔ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ بلکہ وہ زندہ ہیں اور اللہ کے حضور رزق دیئے جاتے ہیں۔ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وہ تو بہت خوش ہیں ان چیزوں کو دیکھ کر ان نعمتوں کو دیکھ کر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی ہیں اللہ کے بے شمار نازل ہونے والے فضلوں سے وہ بہت ہی خوش ہیں اور صرف خود اپنے بارے میں ہی خوش نہیں وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ

مِّنْ خَلْفِهِمْ وہ توان لوگوں کی بھی راہ دیکھ رہے ہیں خوشیوں کے ساتھ جو ابھی ان سے نہیں ملے اور اس راہ میں ان سے ملنے والے ہیں یعنی وہ جو دنیا میں پیچھے رہ گئے اور ابھی شہید نہیں ہوئے لیکن ان کو علم دیا کہ وہ شہادت کا رتبہ پانے والے ہیں، ان کے متعلق غم کی بجائے وہ خوشیاں محسوس کر رہے ہیں اور بڑی خوشی سے ان کا انتظار کر رہے ہیں اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور ان کے دلوں کی اور ان کے وجودوں کی جو بھی کیفیت ہے ان کے اندر سے یہ آوازیں نکل رہی ہیں اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یہ ہمارے بھائی جو آنے والے ہیں یا جو پیچھے رہ گئے ہیں ہم سے ان کے لئے کوئی خوف اور کوئی حزن کا مقام نہیں ہے، کوئی غم کا مقام نہیں۔يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وہ اللہ کی نعمتوں کی وجہ سے جو نعمت خدا نے نازل فرمائی ہے خوش ہیں۔وَفَضْلٍ اور اللہ کے فضل کی وجہ سے خوش ہیں۔وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور اس وجہ سے خوش ہیں کہ اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں فرمایا کرتا۔اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ یہ عجیب لوگ ہیں کہ باوجود اس کے کہ خدا کی راہ میں بار بار دکھ اٹھا چکے ہیں پھر بھی ہر قربانی کے میدان میں خدا کی اور خدا کے رسول کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں ۔اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ خدا اور رسول کی اس دعوت کو قبول کرتے ہیں جو قربانی کے میدانوں کی طرف ان کو بلانے والی ہے۔مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ حالانکہ اس راہ میں پہلے دکھ پہنچ چکے ہیں انکے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ اور وہ لوگ جنہوں نے احسان کا سلوک کیا ان لوگوں میں سے اور تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

یہ مضمون تو بڑا واضح ہے لیکن اس میں ایک دو ایسے پہلو ہیں جو وضاحت طلب ہیں۔ جہاں یہ فرمایا اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ وہاں اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ کی تو بڑی کھلی کھلی سمجھ ایک مومن کو آجاتی ہے۔آج سارے پاکستان کے احمدی بلا امتیاز خوف سے بالکل عاری ہیں اور جن پر یہ ابتلا کا دور گزر رہا ہے ان کی طرف سے بار بار بڑی شدت کے ساتھ اور اصرار کے ساتھ یہ اطلاعیں پہنچتی ہیں کہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہمارے دل پر کیا گزر رہی ہوگی ہرگز بالکل کسی

قسم کا کوئی غم نہ کریں۔بعض احمدی دوستوں نے لکھا ہے کہ اتنے کمزور ایمان والے لوگ جو معمولی باتوں سے بھی ڈر جایا کرتے تھے ان کے دلوں کی یہ کیفیت ہے کہ روح وجد میں آجاتی ہے دیکھ کر۔ دندناتے ہوئے خطرے کی گلیوں میں پھرتے ہیں اور ایک ذرہ بھی ان کو پرواہ نہیں۔وہ سارے فیصلے کر چکے ہیں اور یہ عزم بٹھا چکے ہیں دلوں میں کہ خدا کی راہ میں جو کچھ قربان ہوسکتا ہے وہ ہم سب قربان کر دیں گے۔پس جب ایک دفعہ کوئی قوم قربانی کے اس معیار پر پوری اتر چکی ہو کہ ہر قسم کے خطرات کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کی جرأت رکھتی ہو اور پہلے سے ہی دل میں تہیہ کر چکی ہو کہ جو کچھ بھی اس راہ میں گزرے گی ہم اس کو اپنے سر پر لیں گے اور ہرگز پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ان کے مرد کیا اور ان کی عورتیں کیا، ان کے بوڑھے کیا اور ان کے بچے کیا، وہ سب اس عہد میں ایک جان اور یک قالب ہو چکے ہوں۔ان کو موت یا کوئی اور خوف کیسے ڈرا سکتے ہیں۔

ان کی کیفیت تو بدر کے ان صحابہؓ کی سی کیفیت ہو جاتی ہے جن کے متعلق اس دشمن نے جو یہ اندازہ لگانے کے لئے بھیجا گیا تھا کہ دیکھو مسلمانوں کی فوج کی کیا حالت ہے اور ان کی طاقت کا کیا عالم ہے۔اس نے واپس آکر ان کے متعلق یہ گواہی دی اور یہ ایسی عظیم الشان گواہی ہے کہ اگر چہ وہ کافر تھا لیکن اس کے منہ سے بات ایسی نکلی جو سنہری حروف میں لکھنے کے لائق ٹھہری۔اس نے آکر اپنے بھیجنے والوں کو یہ بتایا کہ دیکھو میں وہاں تین سو تیرہ یعنی تین سو کے لگ بھگ آدمی دیکھ کر آیا ہوں بوڑھے بھی ہیں کمزور بھی ہیں، نہتے بھی ہیں، کسی کے پاس لکڑی کی تلوار ہے، کوئی لنگڑا ہے اور بہت ہی بظاہر کمزوری کی حالت ہے لیکن میں تمہیں ایک بات بتا دیتا ہوں کہ غالب وہ آئیں گے اور شکست تم کھاؤ گے۔اس پر مکہ کے سرداروں نے تعجب سے اُس سے پوچھا کہ یہ کیا جاہلانہ باتیں کر رہے ہو، ایک ہزار عرب کے چنیدہ لڑنے والوں کے مقابل پر جو ہر قسم کے اسلحہ سے لیس ہیں۔تم خود بتاتے ہو کہ نہایت ہی کمزور تین سو کے لگ بھک آدمی ہیں، بوڑھے بھی، بچے بھی، کمزور بھی، بیمار بھی، لنگڑے بھی اور پوری طرح ہتھیار بھی ان کو میسر نہیں اور پھر کہہ رہے ہو کہ جیتیں گے وہی۔تو اس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میں وہاں تین سو تیرہ زندہ نہیں بلکہ تین سو تیرہ موتیں گن کر آیا ہوں، ان میں سے ہر ایک کی پیشانی پر یہ عہد لکھا ہوا ہے کہ ہم اس راہ میں مر جائیں گے اور ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔تو زندوں کو تو کوئی مار بھی سکتا ہے مردوں کو کوئی مار نہیں سکتا۔(الطبقات الکبریٰ جلد ۲ صفحہ:۱۶ باب غزوۃ البدر)

اس حد تک تو اس کی فہم پہنچ گئی لیکن ایک کافر کی فہم وبصیرت کی ایک حد ہوتی ہے اس سے آگے وہ نہ جاسکی۔ کہنا اس کو یہ چاہئے تھا کہ میں ایسے زندہ دیکھ کر آیا ہے جن کو ابدی زندگی کا پیغام مل چکا ہے، جن کو قیامت تک کوئی مار نہیں سکتا۔ وہ تمہاری طرح کے زندہ نہیں ہیں جن کے لئے دنیا کے معمولی خطرات بھی بعض دفعہ جان لیوا ثابت ہو جاتے ہیں وہ تو ایسی ابدی زندگی پانے والے لوگ ہیں جن کو کوئی موت کسی حالت میں بھی نہ ڈراسکتی ہے نہ مار سکتی ہے۔ پس یہی کیفیت آج پاکستان کے احمدی بھائیوں کی ہے اللہ کے فضل سے ان میں سے ہر ایک شیر نر کی طرح بہادر ہے اور خدا کی راہ میں ایک ذرہ بھی کسی خوف سے نہ ہچکچاتا ہے اور نہ ڈر محسوس کرتا ہے۔

یہ بات تو بڑی کھلی کھلی سمجھ میں آجاتی ہے کہ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ ان پر کوئی خوف نہیں ہے۔وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ سے کیا مراد ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ وہ شہداء یا وہ دکھ اٹھانے والے جن کو خدا تعالیٰ یہ سعادت بخشتا ہے ان کے پسماندگان یا باقی مومنوں کی جماعت ان کے لئے دکھ محسوس کرتی ہے اس میں کوئی بھی شک نہیں۔ اس لئے لَا يَحْزَنُوْنَ کا کیا معنی ہوا، یہ دکھ تو خود حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے بھی محسوس فرمایا۔ چنانچہ بئر معونہ کے وقت جب ستر قراء کو شہید کیا گیا تو صحابہؓ بیان کرتے ہیں آنحضور ﷺ کو اتنا صدمہ پہنچا کہ زندگی میں نہ کبھی پہلے ایسا صدمہ دیکھنا نصیب ہوا نہ اس کے بعد کبھی ایسا صدمہ دیکھنا نصیب ہوا۔ تیس دن تک بڑی گریہ وزاری کے ساتھ صبح کی نمازوں کے بعد ان کے لئے دعا اور دشمنوں کے متعلق بددعائیں کرتے رہے (بخاری کتاب المغازی حدیث نمبر: ۳۷۸۷) تو وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ سے پھر کیا مطلب لیا جائے جو واقعات اور حالات کے مطابق درست ٹھہرے۔

اس کے دو پہلو ہیں جن سے یہ بظاہر تضاد دور ہو جاتا ہے یعنی اس عظیم اعلان کا اور واقعاتی دنیا کا تضاد۔ اور بھی کچھ پہلو تفصیلی ایسے ہیں جن پر غور کرنے سے اس کے مضمون کے اندر زیادہ گہرائی نظر آتی ہے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہ جو بیان ہے یہ قربانی کرنے والوں کے متعلق ہے، پیچھے رہنے والوں کے متعلق نہیں۔ جو قربانی میں سے گزر رہے ہیں، جن کو قربانی کی سعادت ملتی ہے ان کو کوئی خوف نہیں ہوتا اور ان کو کوئی غم نہیں ہوتا۔ وہ قربانی دیتے ہیں اور اس کے باوجود قربانی کا شوق پہلے سے بڑھ جاتا ہے۔ جس شخص کو نقصان کا، زیاں کا احساس ہوا ہو وہ دوبارہ قربانی کرنے کی

خواہش نہیں کر سکتا۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ ان کے پسماندگان پر اللہ تعالیٰ اپنے فضل نازل فرماتا ہے اور ان کے غم کو عارضی کر کے دکھا دیتا ہے اور پھر ایسے فضل ان پر نازل فرماتا چلا جاتا ہے کہ وہ غم اس کے مقابل پر کچھ حیثیت بھی نہیں رکھتے یعنی چھوٹے ہو کر نظر آنے لگ جاتے ہیں۔ مثلاً خدا کی راہ میں ایک نقصان ہوا اس کے مقابل پر پھر اس کثرت سے فضل نازل ہونے شروع ہوئے کہ وہ نقصان ان فضلوں کے سامنے کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ اس مضمون کو اجتماعی حیثیت سے قرآن کریم نے اس طرح بیان فرمایا کہ اگر ایک تم میں ارتداد اختیار کرے گا تو اس کی جگہ کثرت سے خدا دوسری جماعت عطا فرمادئے گا۔ ایک جان کو شہادت نصیب ہوگی تو اس کثرت سے بڑھائے گا کہ شہادت کی برکت سے جو مومنوں کی جماعت کو وہ ایک کا نقصان نہ صرف یہ کہ پورا ہوگا بلکہ بے انتہا منافع میں تبدیل ہو جائے گا۔

پس مومن کی ساری زندگی پر اگر نظر ڈالی جائے تو یہی مضمون جاری وساری دکھائی دیتا ہے۔ جو مال وہ خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے وہ بھی اسی دنیا میں دوسری دنیا کا تو الگ معاملہ ہے اسی دنیا میں اتنا بڑھا چڑھا کر اس کو اور اس کی اولادوں کو لوٹایا جاتا ہے کہ وہ شکر کے گیت گاتے گاتے تھک جاتا ہے لیکن شکر کا حق ادا نہیں ہوتا۔ مومنوں کی جماعت کو معمولی سا نقصان پہنچتا ہے ارتداد کی صورت میں یا بعض جانی نقصان کی صورت میں۔ اس کے مقابل پر اتنے زیادہ خدا فضل نازل فرماتا ہے، فوج در فوج نئی جماعتیں ان کو عطا کرتا ہے نئے علاقوں میں بکثرت ان کا دین پھیلنے لگتا ہے اور اسے نئی تمکنت عطا ہونے لگ جاتی ہے، نئی قوموں میں وہ داخل ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک خدا کے فضلوں کا تعلق ہے ان کو دیکھ کر اگر وہ ان نقصانات کا ہی رونا روتے رہیں تو بہت ہی زیادہ ناشکری ہوگی اور کم فہمی ہوگی، بدذوقی ہوگی۔

اس لئے جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو قربانی دینے والے ہیں ان کو کوئی غم نہیں۔ جو پیچھے رہنے والے ہیں ان پر خدا بحیثیت جماعت اتنے فضل نازل فرماتا ہے اور قربانی کرنے والوں کی اولادوں پر نسلاً بعد نسلٍ اتنے فضل نازل فرماتا ہے کہ ان کو جو محرومی کا احساس تھا وہ بہت جلد ختم ہو کر خدا تعالیٰ کے بے انتہا فضلوں کے سامنے ان کی روحیں، ان کے وجود، ان کے سر، ان کی ساری زندگیاں جھکنے لگ جاتی ہیں۔

ایک اور معنی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے پھر بعض دفعہ ان کو خوشخبریاں دیتا ہے ان لوگوں کے متعلق جن کی یاد میں وہ حزن محسوس کرتے ہیں اور ان کو بتاتا ہے کہ وہ کس حال میں ہیں۔ چنانچہ یہ عمومی خوشخبری بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی وجہ سے عطا ہوئی ہے کہ اگر کچھ لوگ بعض جدا ہونے والوں کا غم محسوس کریں تو اس بات پر بھی نظر کریں کہ جو جدا ہوئے ہیں فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ ان کا تو حال یہ ہے کہ وہ بے انتہا خوش ہیں۔ تو جن کو نعمتیں مل گئیں، جن کو خوشیاں عطا ہو گئیں ان کے لئے تم کیوں غم کرتے ہو، یہ مضمون ہے جو قرآن کریم کھول رہا ہے۔ اپنے رب کے حضور حاضر ہیں اور بلکہ وہ لوگ جو ابھی قربانیاں نہیں کر سکے جن کا قربانیوں کا وقت نہیں آیا وہ تو ان کی قربانیوں کی راہ میں نظریں بچھائے بیٹھے ہیں، وہ تو راہ دیکھ رہے ہیں کب ہمارے اور بھائیوں کو بھی شہادتیں نصیب ہوں اور وہ ہمارے ساتھ آکر آملیں۔

یہ کیفیت ہے جس کی تفصیل ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ کی زبان سے اس طرح ملتی ہے کہ یہ واقعہ جو حضور اکرمؐ بیان فرماتے ہیں۔ یہ حدیث قدسی کا درجہ رکھتا ہے۔ یعنی یہ حدیث آپؐ کی اپنی حدیث نہیں بلکہ خدا نے آپؐ سے بیان فرمائی اور وہ واقعہ پھر آگے آپؐ نے صحابہ سے بیان فرمایا۔ ترمذی میں جنگ احد کے متعلق یہ روایت آتی ہے ایک نوجوان صحابی جابرؓ آپ کے سامنے آئے اور آپؐ نے دیکھا ان کا چہرہ باپ کی شہادت پر مغموم ہے۔ فرمایا جابر! کیا میں تمہیں ایک خوشی کی خبر سناؤں؟ جابرؓ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہؐ! آپؐ نے فرمایا جب تمہارے والد شہید ہو کر اللہ کے حضور پیش ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بے حجاب ہو کر کلام فرمایا اور فرمایا جو مانگنا چاہتے ہو مانگو۔ تمہارے باپ نے عرض کیا اے میرے اللہ! تیری کسی نعمت کی کمی نہیں لیکن خواہش ہے کہ پھر دنیا میں جاؤں اور تیرے دین کے راستے میں پھر جان دے دوں۔ خدا نے فرمایا ہم تمہاری اس خواہش کو بھی ضرور پورا کر دیتے لیکن ہم یہ عہد کر چکے ہیں اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (الانبیاء:۹۶) یعنی کوئی مردہ پھر زندہ ہو کر اس دنیا میں نہیں آسکتا۔ جابر کے والد نے عرض کیا پھر میرے بھائیوں کو میری اطلاع دے دی جاوے تا کہ ان کی جہاد کی رغبت ترقی کرے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ جو لوگ خدا کے رستے میں شہید ہوتے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھا کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے خدا کے پاس خوشی کی زندگی گزار رہے

ہیں۔ پس یہی آیت ہے جو میں نے پڑھ کر سنائی اس کی تفسیر میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے وہ واقعات بیان فرمائے جو براہ راست اللہ تعالیٰ نے آپ سے بیان فرمائے۔(ترمذی کتاب التفسیر حدیث نمبر ۲۹۳۶)

اس میں وہ سارے پہلو روشن ہوجاتے ہیں جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ سے اولاً وہ لوگ مراد ہیں جن کو قربانی کی توفیق مل جاتی ہے۔ جہاں تک پیچھے رہ جانے والوں کا تعلق ہے پر طبعی طور پر، فطری طور پر ان کے دل پر کچھ نہ کچھ غم ضرور اثر کرتا ہے ورنہ آنحضرت ﷺ کی تربیت پانے والے صحابہؓ میں سے کوئی بھی کسی شہادت پر غم نہ کرتا اور خود حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ بھی بعض شہید ہونے والوں کی جدائی پر مغموم نہ ہوتے۔

لیکن ساتھ ہی اس کے دوسرے پہلو بھی روشن ہوئے کہ شہداء کا جہاں تک تعلق ہے ان کو نعمت مل چکی ہوتی ہے اس لئے نعمت پر ان کے مغموم ہونے کا سوال ہی کوئی نہیں۔ نعمت پر تو مزید کی حرص پیدا ہوتی ہے۔ اور ان کی یہ تمنا کہ پھر لوٹائے جائیں اور پھر خدا کے رستہ میں شہید ہوں اور پھر لوٹائے جائیں اور پھر خدا کے رستے میں شہید ہوں بتاتی ہے کہ حقیقتاً اس نعمت کی لذت کو وہ پا گئے، اس کی معرفت کو انہوں نے حاصل کر لیا ورنہ مزید اس قربانی کی تمنا ان کے دل میں اس شدت سے پیدا نہیں ہوسکتی تھی۔

عجیب واقعہ ہے کہ جزا کے لئے خدا پوچھ رہا ہے اور جزا میں قربانی مانگی جارہی ہے۔ اس قربانی میں یقیناً بے انتہا لذت ہوگی ورنہ اس کے بغیر یہ ممکن نہیں ہے کہ وقت جزا کا ہو اور جزا کے بدلے جس خدمت کی جزا دینے کے لئے پوچھا جارہا ہے وہی خدمت دوبارہ مانگی جارہی ہو۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شہادت اپنی ذات میں ایک انعام ہے۔ شہادت کا انعام اور جو ہوگا وہ ہوگا لیکن شہید کے لئے شہادت خود انعام ہے اور اس انعام کے ساتھ اس کو ایسا پیار ہوجاتا ہے کہ بار بار اسی انعام کا تقاضا کرتا ہے۔

دوسرے یہ کہ جو پیچھے رہنے والوں کا غم ہے اسے دور کرنے کی خاطر شہداء خود خدا سے یہ عرض کرتے ہیں کہ انہیں اس بات کی اطلاع کر دی جائے۔ اگر غم ہوتا ہی کوئی نہ اور غیر فطری بات ہوتی تو شہداء کو خدا کے حضور یہ عرض کرنے کی کیا ضرورت تھی اور کیوں اللہ تعالیٰ ان کی اس التجا کو قبول فرما کر ہمیں ان حالات سے مطلع فرماتا۔ یہ بھی حضرت جابرؓ کے والد کو ایک عظیم الشان انعام ملا ہے کہ

اس آیت کی شان نزول میں ان کا ذکر ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم شان نزول سے مستغنی جو نازل ہونا تھا وہ بہر حال نازل ہونا تھا یہ واقعہ ہوتا یا نہ ہوتا۔ ان آیات میں جو لوح محفوظ میں لکھی جا چکی تھیں ہمیشہ کے لئے۔ انہوں نے ضرور قلب مطہر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لکھا جانا تھا۔ یہ ایک ایسی تقدیر تھی جسے بدلا نہیں جا سکتا لیکن اس ضمن میں ایک شخص کو یہ سعادت بھی مل گئی کہ اس کا نام شان نزول کے طور پر لکھا گیا اور ہمیشہ کے لئے اس کا نام اس عظیم الشان آیت کے ساتھ منسلک ہو گیا۔

پس جہاں تک ہمارے شہید ہونے والے بھائیوں کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے لئے کوئی غم نہیں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جو شہادت کی معرفت رکھنے والی قومیں ہیں وہ اس غم کو خواہ مخواہ دل سے لگا کر نہیں بیٹھ جایا کرتیں۔ وقتی طبی تقاضے بہر حال ہوتے ہیں جیسے آنحضرت ﷺ نے اپنے ایک بچپن میں فوت ہونے والے بیٹے کو قبر میں اتارتے وقت جب آنسو بہائے تو ایک صحابی نے نادانی میں یہ عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپؐ اور آنسو؟ آپؐ نے فرمایا یہ تو رحمت ہے اور مجھے رحمت سے حصہ دیا گیا ہے۔ جس بدقسمت کو رحمت کا علم نہیں میں اس کے لئے کیا کر سکتا ہوں۔ (مسلم کتاب الجنائز حدیث نمبر ۱۵۳۱)

پس دل کا نرم ہونا اور اپنے پیاروں کے لئے آنسوؤں کا بہنا یہ وہ حزن نہیں ہے جس کی نفی یہاں فرمائی گئی ہے بلکہ جس حزن کی نفی پیچھے رہنے والوں کے متعلق فرمائی گئی ہے وہ حزن ہوتا ہے جو جان لیوا ثابت ہوتا ہے یا دل کے ساتھ لگ کر بیٹھ جاتا ہے ہمیشہ کے لئے اس کے ساتھ مایوسیاں چمٹ جاتیں ہیں، حسرتیں اس کے وجود کا حصہ بن جاتی ہیں۔ شہادت پانے والوں کے لئے اس قسم کا غم کوئی مومن نہ محسوس کر سکتا ہے نہ مومن کی شان ہے کہ ایسے جاہلانہ غم میں مبتلا ہو۔

بہت ہی بڑا انعام ہے، بہت ہی بڑا مرتبہ ہے جو شہادت پانے والوں کو نصیب ہوتا ہے۔ اس لئے ان کے لئے جدائی کا غم یا ان کے پسماندگان کا احساس یا بعض دفعہ یہ احساس کہ ہم کیوں نہیں تھے اس کی جگہ۔ یا یہ احساس کہ ان کے بیوی بچوں کی بجائے ہمارے بیوی بچے کیوں ان قربانیوں سے محروم رہے یہ ایسے غم ہیں جو وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ کی نفی نہیں کرتے۔ یہ آیت اپنی جگہ قائم رہتی ہے اور اس کے باوجود اس قسم کے رحمت سے تعلق رکھنے والے غم مومنوں کے وجود پر وقتی طور پر قبضہ بھی کر لیتے ہیں لیکن بالآخر یہ غم خوشیوں میں تبدیل کئے جاتے ہیں۔ بالآخر ان کو کھونے کا احساس،

ان کی محرومی کا احساس بے انتہاء نازل ہونے والے فضلوں کے بوجھ تلے دب جاتا ہے اور عملاً اس کثرت سے خدا کی رحمت کی بارشیں اور فضلوں کی بارشیں ان پر نازل ہوتی ہیں کہ ان غموں کا وجود ہی مٹ جاتا ہے، دھل جاتا ہے ہمیشہ کے لئے۔

پس جہاں تک جماعت احمدیہ پاکستان یا جماعت احمدیہ عالمگیر کا تعلق ہے شہادتیں ہمارے جذبہ کو کم کرنے کی بجائے ہمارے جذبہ کو اکسانے کا موجب بن رہی ہیں اور ہمیشہ اکسانے کا موجب بنتی چلی جائیں گی۔ کوئی خوف نہیں ہے جو ہمیں اس راہ سے پیچھے ہٹا سکے۔ کوئی غم کا ایسا تصور نہیں ہے جو ہمارے پائے ثبات میں لغزش پیدا کر سکے۔ ہمارے عزم کا سر ہمیشہ بلند رہے گا اور کوئی دنیا کی طاقت نہیں ہے جو اس سر کو نیچا دکھا سکے۔ ایک ایک کر کے ہمارے دشمنوں کے سر جھکیں گے کچھ ندامت کے نتیجہ میں، کچھ خدا کے غضب کے نازل ہونے کے نتیجہ میں۔ لیکن **ہرگز احمدی کا سر نہیں جھکے گا اس راہ میں اور بلند تر ہوتا چلا جائے گا۔** یہ ہمارا مقدر ہے جس کی خبر قرآن کریم نے ہمیں دی ہے۔ یہ ہمارا مقدر ہے جس کی خبر اصدق الصادقین حضرت محمد مصطفی ﷺ نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔ پس ہم ان خبروں سے خوش ہیں اور خدا کی راہ میں ہر قربانی کے لئے تیار ہیں۔

جہاں تک شہید ہونے والے کے جذبات کا تعلق ہے ایک واقعہ میں نے شہادت کے بعد کا بیان کیا ہے۔ ایک شہادت کے عمل سے گزرتے ہوئے جو کیفیت شہید کی تھی اس کا واقعہ بھی آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ یہ جنگ احد ہی کا واقعہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت سعد بن ربیعؓ کو نہ پا کر جو انصار کے رئیس تھے اور آنحضرت ﷺ سے بے انتہا عشق رکھتے تھے۔ آپ کو نہ دیکھ کر ان کے پیچھے آدمی دوڑائے کہ تلاش کرو سعد بن ربیع کہاں ہیں۔ وہ زندہ بھی ہیں یا شہید ہو چکے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا آخری مرتبہ جب میں نے دیکھا تھا تو وہ دشمنوں کے نرغے میں بری طرح گھرے ہوئے تھے۔ ایک انصاری صحابی ابی بن کعبؓ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں سعد کو تلاش کرتے پھر رہے تھے اور بار بار اونچی آوازیں دے رہے تھے کہ سعد! تم کہاں ہو لیکن کوئی جواب نہیں آتا تھا۔ مایوس ہو کر جب واپس لوٹنے لگے تو اچانک ان کے دل میں ایک عجیب خیال آیا کہ ہو سکتا سعد زندہ ہو لیکن اتنا کمزور ہو چکا ہو، اتنی نقاہت ہو کہ میری آواز پر وہ جواب دینے کی زحمت ہی نہ کرے یعنی اس کو ضرورت محسوس ہی نہ ہو کہ میں زور لگا کر جواب دوں، میری آواز کے کیا معنی ہیں۔ چنانچہ اس خیال

سے اور یہ عظیم الشان خیال ہے۔ صحابہ کا جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ سے عشق تھا اور جو عظیم احترام تھا آپ کے لئے اس کی بھی یہ واقعہ پردہ کشائی کر رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب مجھے یہ خیال آیا تو میں نے بجائے اس کے یہ آواز دی کہ سعد! تم کہاں ہو میں نے یہ آواز لگائی کہ سعد بن ربیع کہاں ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ تو کہتے ہیں اس آواز نے سعدؓ کے نیم مردہ جسم میں بجلی کی ایک لہر دوڑا دی اور انہوں نے چونک کر مگر بہت ہی دھیمی آواز میں جواب دیا ”کون ہے میں یہاں ہوں“ اَسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ کا ایک یہ بھی نقشہ ہے۔ انہی آیات جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہی نے ایک محاورہ یہ بھی خدا تعالیٰ استعمال فرمایا ہے۔ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ایسے لوگ بھی ہیں جو شدید زخموں کی حالت میں ہیں، ایک یہ بھی معنی ہیں جنہیں زخموں نے ان کو نڈھال کر رکھا ہے مگر اللہ اور رسول کے نام پر جو آواز بلند ہوتی ہے تو وہ بے اختیار ہو کر اس کا جواب دیتے ہیں، کہتے ہیں ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں۔

تو اس آیت کی بھی ایک عملی تصویر اس حسین رنگ میں ہمارے سامنے رکھی گئی کہ جب یہ آواز سنی کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور آپ کی طرف سے تمہیں بلا رہا ہوں انہوں نے کہا ”میں یہاں ہوں“ ابی بن کعبؓ نے غور سے دیکھا تو تھوڑے فاصلے پر مقتولین کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ اس ڈھیر میں سعدؓ کو جانکنی کی حالت میں پایا۔ ابی بن کعبؓ نے ان سے کہا کہ مجھے آنحضرت ﷺ نے اس لئے بھیجا ہے کہ میں تمہاری حالت سے آپ کو اطلاع دوں۔ سعدؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہؐ سے میرا اسلام عرض کرنا اور کہنا کہ خدا کے رسولوں کو جوان کے متبعین کی قربانی اور اخلاص کی وجہ سے ثواب ملا کرتا ہے خدا آپ کو وہ ثواب سارے نبیوں سے بڑھ چڑھ کر عطا کرے۔

اس فقرہ میں بہت گہرائی ہے اس میں ڈوب کر دیکھیں کتنی عظیم الشان محبت اور عشق اور معرفت کا مضمون آپ کو اس میں ملے گا۔ اول تو جو خدا کی راہ میں قربانی کرنے والا ہے اس کو اپنے ثواب کی فکر نہیں اس کی دلی تمنا یہ ہے کہ میرا بھی اور ساری دنیا میں جتنے بھی خدا کی راہ میں قربانی کرنے والے ہیں ان سب کا ثواب محمد مصطفی ﷺ کو پہنچے۔ عام نظر میں دیکھا جائے تو محض ایک محبت

کے نتیجہ میں ظاہر ہونے والی تمنا ہے لیکن حقیقت میں یہ وہ بات نہیں اس میں گہرا عرفان ہے، گہری معرفت ہے۔ تمام دنیا میں خدا کی راہ میں قربانی کرنے والوں نے قربانی کا مضمون محمد مصطفیٰ ﷺ سے سیکھا۔ آپ ہی کا فیض تھا کہ قربانی کے میدان خدا کی راہ میں کھولے گئے۔ آپ ہی کا فیض تھا جس کے نتیجہ میں ہزار ہا بلکہ لکھو کھہا انسانوں نے خدا کی راہ میں لبیک کہتے ہوئے بھیڑ بکریوں کی طرح اپنی گردنیں کٹوا دیں۔ پس یہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا فیض تھا اس لئے اس ثواب کے اولین حقدار آنحضور ﷺ ہیں جن کی بدولت قربانیوں کا یہ سارا کارخانہ جاری ہوا۔ تو انہوں نے سچ کہا اور صحیح سوچا کہ سب سے اول حق داران سب قربانیوں کے مستحق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

پھر اس میں ایک اور بھی عظیم الشان مضمون یہ ملتا ہے کہ جب انسان کسی اور کو دعائیں دیتا ہے تو اپنے محسن کو دعائیں دیتا ہے اگر دکھ محسوس کر رہا ہو تو دکھ محسوس کر کے تو جس شخص کی طرف سے اس کو دکھ پہنچ رہا ہو اس کو دعا نہیں دیا کرتا۔ کوئی غیر معمولی نعمت ملے تو بے اختیار اور بے ساختہ دل سے دعائیں پھوٹ پھوٹ کر نکلتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے حضرت سعدؓ کو اس قربانی کی ایسی لذت محسوس ہوئی ہے اس قربانی کی ، ایسی بے انتہا نا قابل بیان لذت تھی وہ انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے کب مجھے کوئی ملے تو آنحضرت ﷺ کا شکریہ ادا کروں اور ان کو دعائیں دوں اور وارے وارے قربان جاؤں آپ کے اوپر کہ یا رسول اللہؐ! آپؐ نے تو حد ہی کر دی آپ کا اتنا بڑا احسان کہ مجھے شہادت نصیب ہوئی میری قربانی، ساری دنیا کی قربانیوں کے ثواب آپ کو ملیں۔ اس قدر شدت کے ساتھ یہ دعا دل سے پھوٹ ہی نہیں سکتی جب تک غیر معمولی طور پر دل کو لذت حاصل نہ ہوئی ہو۔ یہ مضمون بھی حل ہو گیا کہ فَرِحِيْنَ یہ لوگ بہت ہی خوش ہوتے ہیں، جان دینے سے پہلے بھی خوش ہوتے ہیں جبکہ سامنے بظاہر موت کھڑی نظر آ رہی ہوتی ہے لیکن وہ جانتے ہیں کہ یہ ابدی زندگی کا رستہ ہے اور جان دینے کے بعد بھی ابدی زندگی پانے کے بعد بھی وہ لوگ خوش رہتے ہیں اور ان سب تجارب سے گذرنے کے بعد ان لوگوں کے لئے منتظر رہتے ہیں جو ان کے بعد اس سعادت سے حصہ پائیں اور خدا کی راہ میں جانیں دے کر ان خوش نصیب لوگوں میں جا ملیں۔ (شروع الحرب ترجمہ فتوح العرب صفحہ: ۳۸۹)

پس یہ ہے وہ شہادت کا مضمون جس کو قرآن کریم کے بیان کے مطابق عظیم الشان نعمتوں میں سے ایک نعمت قرار دیا گیا ہے۔ پس یہ نعمتیں اگر چودہ سو سال کے بعد پھر ہمارے مقدر میں لکھ دی گئیں ہیں

تو میں آپ کی طرف سے اور اپنی طرف سے ساری جماعت کی طرف سے خدا کے حضور یہی عرض کرتا ہوں کہ **لبیک اللھم لبیک** اے خدا! تو ہمیں محمد مصطفیٰ ﷺ اور اپنی آواز کے جواب میں پکار کو قبول کرنے والوں میں سے پائے گا۔ انکار کرنے والوں میں سے نہیں پائے گا ان لوگوں میں سے پائے گا جن کے متعلق تو نے گواہی دی اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ کہ باوجود بار بار ان راہوں میں دکھ اٹھانے کے جب بھی انہیں قربانیوں کی راہوں کی طرف بلایا گیا تو انہوں نے **لبیک اللّٰھُم لبیک** کرتے ہوئے قدم آگے بڑھایا، پیچھے نہیں ہٹے۔

جہاں تک دوسرے واقعہ کا تعلق ہے یعنی **مسجد کوئٹہ پر حملہ کرنا اور اسے مسمار کرنے کی کوشش** کرنا یا زبردستی اس کا قبضہ لینے کی کوشش کرنا یہ بھی ایک ایسا واقعہ ہے جس میں دشمن نے خود ہی فتح کا جھنڈا ہمارے ہاتھوں میں تھما دیا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا یہ طریق تھا کافر کی پہچان یہ رکھتے تھے کہ جس گاؤں سے اذان کی آواز نہ آئے وہ کافروں کا گاؤں ہے اور صحابہ کو یہ تاکید ہوتی تھی کہ اگر تم اذان کی آواز نہ سنو تو پھر بے شک حملہ کر دو۔ یہ مراد نہیں کہ جہاں سے اذان کی آواز نہ سنو وہاں حملہ آور ہو جاؤ۔ مراد یہ ہے کہ جنگ کے دوران جبکہ دشمن پہل بھی کر چکا ہو، دشمن مسلمانوں کی جماعت کے خلاف تلوار اٹھا چکا ہو اور قتال شروع ہو چکا ہو، اس وقت بھی جوابی حملے کی صورت میں اگر کسی گاؤں سے اذان کی آواز آ جائے تو آنحضرت ﷺ کے متعلق روایات آتی ہیں کہ ہرگز حملہ نہیں فرماتے تھے اور صحابہ کو بھی یہی تلقین تھی کہ جب تم اذان کی آواز سنو تو رک جاؤ۔ (بخاری کتاب الجہاد والسیر حدیث نمبر: ۲۷۲۵) یہ آنحضرت ﷺ کا عظیم الشان اسوہ ہے جس میں آپ نے یہ بھی چھان بین نہیں فرمائی کہ جس گاؤں سے اذان کی آواز آرہی ہے وہاں سارے مسلمان ہیں یا کچھ مسلمان ہیں اور کچھ غیر مسلم ہیں یا اکثریت غیر مسلموں کی ہے اور کہ ایک چھوٹی جماعت مسلمانوں کی ہے جن کو اذان دینے کی اجازت ہے یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ جو شخص خون لینے میں جلدی کرنے والا ہو، جو انتقام لینے پر تلا بیٹھا ہو اس کا طبعی رجحان تو یہ ہونا چاہئے کہ یہ معلوم کرے کہ یہ جو اذان کی آواز آئی ہے یہ سارا مسلمان گاؤں ہی ہے۔ تھوڑے سے مسلمان ہیں جن کی طرف سے اذان کی آواز آرہی ہے ۔ باقیوں کو کیوں معاف کیا جائے؟ لیکن حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہ بھی پتا نہیں کیا، نہ صحابہ کو اس کے متعلق ہدایت فرمائی کہ پتہ کر لیا کرو کہ کہیں کوئی اکیلا تو اذان نہیں دے رہا۔ یہی نہیں بلکہ یہ بھی

تاکید نہیں فرمائی کہ معلوم کر لیا کہ تمہارے خوف سے، تم سے جان بچانے کی خاطر تو کوئی اذان نہیں دے رہا۔ جھوٹے منہ سے اذان بلند کر کے وہ اپنی جان بخشی کی ایک ترکیب کر رہا ہو؟ ایک عام قانون تھا جو اسی طرح جاری رہا کہ جس گاؤں سے اذان کی آواز آئے گی ان کی جان اور مال مومن کے ذمہ ہے اور مومن پر فرض ہے کہ ان کی حفاظت کرے بجائے اس کے کہ ان میں دخل اندازی کر کے یا کسی طرح سے انہیں نقصان پہنچایا جائے۔

یہ تو اسوہ تھا۔ اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کی ایک واضح ہدایت یہ ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے اور بخاری کتاب الصلوٰۃ میں ہے۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلمان ہے جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی ضمانت ہے سو تم اللہ کی ضمانت میں خیانت مت کرو (بخاری کتاب الصلوۃ حدیث نمبر: ۳۷۸) یہ تعلیم تھی جو خدا تعالیٰ نے آپ کو واضح طور پر عطا فرمائی جس کے نتیجہ میں آپؐ کا یہ اسوہ جاری ہوا اور یہ عجیب بات ہے کہ اس دور میں پاکستان کے علماء کہلانے والوں نے اس کے بالکل برعکس صورت اختیار کر لی ہے۔ وہ طریق جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اسلام کے دشمنوں کا تھا اس کو تو اپنا لیا ہے اور وہ طریق جو محمد مصطفیٰ ﷺ کا تھا اسے ہمارے حصہ میں رہنے دیا ہے۔

اس کے برعکس کفار کا یہ طریق تھا کہ جن دیہات سے اذانوں کی آوازیں آتی تھیں ان پر وہ حملہ کیا کرتے تھے اور جن دیہات سے اذانوں کی آوازیں نہیں آتی تھیں وہ ان کے دیہات شمار ہوتے تھے۔ اب مولویوں نے یہ طریق اختیار کیا ہے کہ جس احمدی مسجد سے اذان کی آواز آئے اس پر بپھر کر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ جس مسجد کا قبلہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا قبلہ ہو وہ مسجد ان کی آنکھوں کو نہیں بھاتی اور وہ ہر طرح اسے کو مٹانے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ تو اپنے ہاتھ سے سنت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہماری جھولی میں ڈال دیا وہ تو پہلے ہی ہماری تھی لیکن تسلیم کر لیا اور خود ان بدنصیبوں کی سنت پکڑ لی جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے دشمن تھے۔

پس کوئٹہ میں بھی یہی مطالبات ہیں۔ ان اسلام کا جامہ پہننے والوں کے بشدت مطالبات ہیں دو (۲) کہ اس مسجد کو ہم مسمار کر دیں گے اگر یہاں سے اذان کی آواز آئی اور اگر انہوں نے ہماری طرح نمازیں پڑھیں یہاں تو ہماری دل آزاری ہوتی ہے اور اگر ان کا قبلہ اس طرح رہا، وہی قبلہ رہا

جو محمد مصطفی ﷺ کا قبلہ ہے تو یہ ہمیں ایک آنکھ نہیں بھاتا ، ہم برداشت نہیں کر سکتے ۔ اس لئے ہم زبردستی اس مسجد کا قبلہ تبدیل کریں گے، کسی اور طرف اس کا رخ موڑ دیں گے، خدا کی عبادت کرنے والوں کا رخ زبردستی پھیر دیں گے۔

تو اب یہ حالت ہو چکی ہے تو علمائے سوء کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے جو نقشے کھینچے تھے اس میں سے کون سا جزو باقی ہے جو پورا ہوتا ہم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ لیا ۔ آنحضرت ﷺ کی فراست پر حیرت ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ نے کتنی صفائی سے اور کتنی باریکی سے ایک ایک چھوٹا چھوٹا جزو بھی حضور اکرم ﷺ پر روشن فرمایا اور آئندہ کے سارے حالات کھول کر مو بمو آپ کے سامنے رکھ دیئے ۔

جہاں تک کوئٹہ کی جماعت کا تعلق ہے، یہ جماعت خدا کے فضل سے ہمیشہ سے ہی بڑی بہادر جماعت ہے ۔ باوجود اس کے کہ ان کا ماحول بڑا سخت ہے اور بڑے کٹر قسم کے ایسے علماء سے ان کا واسطہ ہے جن کو اسلام کی معرفت یوں لگتا ہے چھو کے بھی نہیں گئی کبھی ۔ ایسے سخت دل ہو چکے ہیں ان کی تو کیفیت بنی اسرائیل کے علماء جیسی نظر آتی ہے اور قطعاً جان کا کوئی احترام نہیں ہے اور قطعاً انسانی عزت کا کوئی احترام ان کے دلوں میں نہیں رہا ۔ ان لوگوں سے واسطہ ہے اور اس کے باوجود اللہ کے فضل کے ساتھ ایک ذرہ بھی ان کے پاؤں میں کوئی لغزش نہیں آئی ۔ اس سے پہلے امیر صاحب کو اپنی جماعت پر بدظنی تھی ، وہ سمجھتے تھے کہ یہاں کے حالات کو میں سمجھتا ہوں بہتر اور بڑے خطرناک حالات ہیں ، اس لئے بہت احتیاط کرنی چاہئے ۔ جماعت چاہتی تھی کہ قربانی میں وہ باقی سب جماعتوں کے برابر شانہ بشانہ چلے اور بشدت مجھے شکایتیں ملتی تھیں کہ ہمارے امیر صاحب کو کیا ہوا ہوا ہے ۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم قربانی دیں یہ ہم سے نہ قربانی لیتے ہیں اور نہ ہمیں قربانی دینے کی راہوں پر چلنے دیتے ہیں اور ایک دو یا تین چار نہیں بیسیوں خطوط مجھے موصول ہوتے تھے ۔ یہاں تک کہ مجھے ایک موقع پر کمیشن بٹھانا پڑا کہ یہ ہو کیا رہا ہے؟ رفتہ رفتہ وہ امیر صاحب کو بزدل سمجھنے لگ گئے حالانکہ امیر صاحب اللہ کے فضل سے بزدل نہیں ہیں ۔ بعض لوگوں کی احتیاط کچھ زیادہ ہی حد سے تجاوز کر جاتی ہے ۔ تو ان کا یہ حال تھا ، احتیاطیں ہو رہی ہیں اور مجھے بھی پیغام آتے تھے کہ آپ نہیں سمجھتے یہاں کے حالات میں سمجھتا ہوں ، یہاں بہت احتیاط کی ضرورت ہے ۔ اب خدا کی تقدیر میں جو ابتلا لکھے

گئے ہوں وہ کبھی احتیاطوں سے بھی ٹلے ہیں، پہلے کب ٹلے تھے جواب ٹل سکتے تھے۔ کیسے ممکن تھا کہ خدا کوئٹہ کی جماعت کوکسی امیر کی احتیاط کے نتیجہ میں قربانیوں سے محروم رکھے اوران کے دل کے تقاضے پورے نہ ہونے دے۔ آخر وہ وقت آ گیا کہ جس چیز کو وہ بلا سمجھ کر ٹال رہے تھے وہ خدا کے فضل بن کر ان پر نازل ہوئی۔ ان کے اوپر سے بھی نازل ہوئی اوران کے نیچے سے بھی نازل ہوئی۔ ان کے دائیں سے بھی نازل ہوئی اوران کے بائیں سے بھی نازل ہوئی۔ وہ جماعت جو بظاہر پھٹی ہوئی معلوم ہوتی تھی ایک جان ہوگئی۔ اس امیر نے دیکھا کہ یہ مسیح کی بھیڑیں نہیں بلکہ مسیح محمدی ﷺ کے شیر ہیں جو ہر میدان میں گرجتے ہوئے اپنی جانیں دینے کے لئے تیار ہیں، ان میں سے ایک بھی لغزش نہیں دکھائے گا۔ حیرت کی بات ہے کہ جن سے وہ کمزوری کا خیال رکھتے تھے اپنے دل میں، ان کے بچے بچے نے اور بوڑھے بوڑھے نے اسلام کی راہ میں قربانی کے اس شان سے نمونے پیش کئے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ان کو خطرات کے مقام پر باہر کھڑا کیا گیا، وہاں سے وہ ایک انچ پیچھے نہیں ہٹے۔ ان کو مسجد کی حفاظت کے لئے مامور کیا گیا وہاں سے ایک انچ پیچھے نہیں ہٹے۔ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالی ہیں انہوں نے اور دیکھا ہے اوراس کو دھتکارا ہے اور کوڑی کی بھی پرواہ نہیں کی اور خدا نے یہ فضل فرمایا کہ وہی جماعت جو پھٹتی ہوئی نظر آرہی تھی وہ بالکل ایک جان ہوگئی۔ وہی امیر جس کو وہ سمجھتے تھے کہ یہ کمزوری دکھا رہا ہے وہ صف اول میں ان کے آگے کھڑا تھا۔ اس قربانی کی امارت پرامن کا امیر ہی نہیں نکلا بلکہ خطرات کا امیر بھی ثابت ہوا۔ ان کے ساتھ جیل میں گیا ان کے ساتھ بیٹھ کر تلاوتیں کیں۔ ان کو اجازت دی گئی کہ آپ یہاں سے چلے جائیں انہوں نے کہا ہم ہرگز نہیں جائیں گے۔ ہم اپنی مسجد کو آباد کریں گے۔ جہاں سے تم نے ہمیں اٹھایا ہے وہاں ہم جائیں گے وہاں اس مسجد کو آباد کریں گے تب ہم رخصت ہوں گے۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ وہاں تالے نہیں کھولے گئے مسجد کے ساتھ جو کھلی جگہ تھی اب وہاں وہ دن رات بیٹھے تلاوتیں کرتے ہیں، عبادتیں کرتے ہیں، تراویحیاں پڑھتے ہیں۔ بار بار حکومت ان کو ڈرا رہی ہے کہ اور بھی زیادہ تم اشتعال پھیلا رہے ہو۔ انہوں نے کہا عبادتوں سے اگر اشتعال ہوتا ہے تو پھر پھیلے جتنا چاہے اشتعال۔ جو لے سکتے ہیں ہم سے لے لیں ہم تو حاضر ہیں، ہم کب تم سے حفاظت کی بھیک مانگ رہے ہیں۔

یہ ہے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت، کتنی عظیم الشان جماعت

ہے۔ بعض دفعہ خوف محسوس ہوتا ہے میں اس لائق ہوں بھی کہ نہیں کہ مجھے اس جماعت کی سرداری سونپی گئی ہے۔ خدا کے حضور کانپتا ہوں، استغفار کرتا ہوں۔ عجیب متقیوں کی جماعت ہے۔ ایسی جماعت ہے جس کی مثالیں تاریخ ہمیشہ فخر کے ساتھ دیتی چلی جائے گی اور کبھی نہیں تھکے گی۔ آسمان روحانیت پر یہ ستارے بن کر چمکنے والی جماعت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی ساری امنگیں پوری کرنے والی جماعت ہے۔ یہ عجیب ابتلا ہے جس میں پڑ کر یہ کندن بن کے نکل رہی ہے۔ سونا تو کندن بن کر نکلا ہی کرتا ہے، اس کے تو زنگ آلود لوہے کے ٹکڑے بھی سونا اور کندن بن کے اس میں سے نکل رہے ہیں۔

پس یہ ابتلا ہمیں مبارک ہو۔ خدا کی رحمتوں اور فضلوں کا یہ ابتلا ہے۔ جب تک وہ چاہے ہم حاضر ہیں، اے خدا! ہم حاضر ہیں۔ ہر قربانی کے لئے حاضر ہیں۔ لیکن ساتھ یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ ہماری کمزوریوں سے درگزر فرما، عفو فرما، ہماری ستاری فرما۔ جو کمزوریاں تیری ستاری نے ڈھانپ رکھی ہیں ان کو ڈھانپے ہی رہنے دے، ہمیں دشمن کے سامنے ننگا نہ کرنا۔ جو وعدے تیری فتح کے ہمیشہ تیرے رسولوں کے ذریعہ دیئے جاتے رہے ہیں ان سارے وعدوں کو ہمارے حق میں پورا فرما اور ہمیں قیامت کے دن رسوا اور ذلیل نہ کرنا۔ اے خدا! ہم تو تیری راہ میں یہ قدم اٹھا چکے اب پیچھے ہٹنے والے نہیں لیکن یہ حوصلہ، توفیق اور ہمت اور استقلال بھی تو نے ہی ہمیں عطا کرنا ہے۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

نماز جمعہ کے معاً بعد تین مرحومین کی نماز جنازہ غائب ہوگی۔ اول تو وہ دو شہداء ہیں یعنی **قمر الحق صاحب** جو مکرم سید نجم الحق صاحب امیر ضلع سکھر کے چھوٹے بھائی ہیں جن پر پہلے بھی قاتلانہ حملہ، ان کے بھائی پر بھی ہو چکا ہے۔ خدا کے فضل سے یہ خاندان پوری طرح اس قربانی کی راہ پر ثابت قدم ہے۔ ایک خطبہ میں پہلے میں نے غلطی سے یہ کہہ دیا تھا کہ جو اسیران سکھر کے متعلق وہاں کی بار ایسوسی ایشن نے کوئی ریزولیشن پاس کیا تھا۔ لیکن وہ غلطی تھی، سید نجم الحق صاحب چونکہ خود وکیل ہیں اس لئے ان کے بھائیوں یعنی وکیل برادری نے ان کے حق میں اور مولویوں کی شرارت کے خلاف ایک ریزولیشن پاس کیا تھا۔

دوسرے نوجوان **خالد سلیمان** ہیں۔ یہ تین سال قبل احمدی ہوئے تھے۔ جب 1984ء

میں، جس سال میں یہاں آیا ہوں ۔ آنے سے دو ماہ پہلے کراچی میں تھا تو وہاں مجالس سوال و جواب لگا کرتی تھی بڑی دلچسپ اور احمدی اپنے دوستوں کو لے کر بڑے شوق سے آیا کرتے تھے، وہیں اس نوجوان نے بیعت کی تھی، یہ گوجرہ کے علاقے کے ہیں ۔ ان کا خاندان بڑا شدید مخالف تھا اور یہ نوجوان بار بار مجھے دعا کے لئے لکھا کرتے تھے، بڑے سخت بے قرار تھے کہ کسی طرح میرے والدین کو احمدیت نصیب ہو جائے ۔ خدا تعالیٰ نے ان کے صدق کو ثابت کر دیا اور ان کی قربانی کی روح کو قبول فرمایا۔ بہت بڑا انعام ہے جو بہت جلد ہی ان کو اس راہ میں مل گیا۔

ان دونوں کی نماز جنازہ کے علاوہ ایک نماز جنازہ قریشی فضل الحق صاحب درویش قادیان کی ہوگی ۔ یہ قریشی محمد حنیف صاحب قمر مرحوم سائیکل سیاح کے نام سے مشہور تھے، ان کے بھائی تھے۔ ان کے متعلق بھی ناظر صاحب اعلیٰ نے بڑا تعریفی خط لکھا ہے کہ بہت مخلص، فدائی، کم گو اور بے لوث قربانی کرنے والے تھے۔ ان تینوں کی نماز جنازہ غائب جمعہ کی نماز کے معاً بعد ہوگی ۔